قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر۔ابو سعید

Online Edition

جمعۃالمبارک 19 مارچ 2021ء | 05 شعبان 1442ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:67

فرمانِ رسول ﷺ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

لَوۡکَانَ الۡاِیۡمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَیَّا لَنَالَہُ رَجُلٌ اَوۡرِجَالٌ مِنۡ ھٰؤُلَآءِ

اگر ایمان ثریا ستارہ پر بھی چلا گیا تو ایک فارسی الاصل شخص یا اشخاص اس ایمان کو دوبارہ دنیا میں قائم کریں گے۔

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعہ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

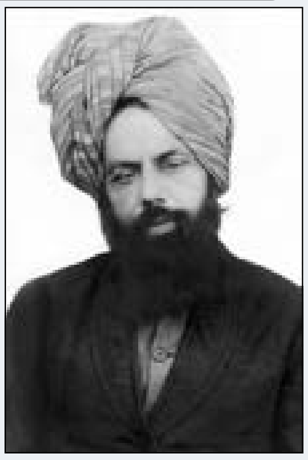

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’میں اسی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جیسا کہ اس نے ابراہیمؑ سے مکالمہ و مخاطبہ کیا اور پھر اسحٰقؑ سے اور اسمٰعیلؑ سے اور یعقوبؑ سے اور یوسفؑ سے اور موسیٰؑ سے اور مسیح ابن مریم سے اور سب کے بعد ہمارے نبی ﷺ سے ایسا ہمکلام ہوا کہ آپؐ پر سب سے زیادہ روشن اور پاک وحی نازل کی، ایسا ہی اس نے مجھے بھی اپنے مکالمہ مخاطبہ کا شرف بخشا۔ مگر یہ شرف مجھے محض آنحضرت ﷺ کی پیروی سے حاصل ہوا۔ اگر میں آنحضرت ﷺ کی امت نہ ہوتا اور آپؐ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں کبھی یہ شرف مکالمہ و مخاطبہ ہرگز نہ پاتا۔ کیونکہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہوسکتا ہے مگر وہی جو پہلے امّتی ہو۔ پس اسی بناء پر میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی اور میری نبوت یعنی مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا ایک ظلّ ہے اور بجز اس کے میری نبوت کچھ بھی نہیں۔ وہی نبوت محمدیہؐ ہے جو مجھ میں ظاہر ہوئی ہے۔ اور چونکہ میں محض ظلّ ہوں اور امّتی ہوں اس لئے آنجنابؐ کی اس سے کچھ کسر شان نہیں۔‘‘

(تجلیات الٰہیہ ۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ 411، 412)

ارشاد باری تعالیٰ

وَاٰخَرِیۡنَ مِنۡھُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِھِمۡ ؕ وَھُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۴﴾ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ۔

(سورہ جمعہ 4-5)

ترجمہ: اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ اُس کو جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے خطبہ الہامیہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

’’اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی اور فرمایا کُلُّ بَرَکَۃٍ مِّنۡ مُّحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ فَتَبَارَکَ مَنۡ عَلَّمَ وَتَعَلَّمَ‘‘

(خطبہ الہامیہ روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 310 حاشیہ)

یعنی نبی کریم ﷺ نے تمہیں اپنی روحانیت کی تاثیر کے ذریعہ سکھایا اور اپنی رحمت کا فیض تیرے دل کے برتن میں ڈال دیا تا تجھے اپنے صحابہ میں داخل کریں اور تجھے اپنی برکت میں شریک کریں اور تا اللہ تعالیٰ کی خبر وَاٰخَرِیۡنَ مِنۡھُمۡ اس کے فضل اور اس کے احسان سے پوری ہو۔

پس اس فیض نے آپ کو جہاں روحانی نور سے منور کیا وہاں ظاہری نور بھی عطا فرمایا تاکہ نیک فطرت ہر لحاظ سے اس نور سے فیضیاب ہوسکیں۔ کیونکہ آخرین کا امام ہونے کی وجہ سے صرف عام صحابہ کا نور آپ کو عطا نہیں ہوا تھا بلکہ اس سے بہت بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو اپنے آقا کے حسن و احسان میں نظیر بنایا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

’’جیسا کہ یہ جماعت مسیح موعود کی صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ کی جماعت سے مشابہ ہے ایسا ہی جو شخص اس جماعت کا امام ہے۔ (یعنی حضرت مسیح موعودؑ) وہ بھی ظلّی طور پر آنحضرت ﷺ سے مشابہت رکھتا ہے۔ جیسا کہ خود آنحضرت ﷺ نے مہدی موعود کی صفت فرمائی کہ وہ آپ سے مشابہ ہوگا‘‘۔

(ایام الصلح روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 307)

پس یہ مشابہت ضروری ہے تا کہ آقا کا جلوہ غلام میں بھی نظر آئے۔

(خطبہ جمعہ 29/ جنوری 2010ءبحوالہ الاسلام)

اس شمارہ میں

- ’’آج شیدائے خلافت‘‘ چل دیا (منظوم)
- دبستانِ حیات
- چوہدری حمید اللہ صاحب ۔ ایک عہد ساز شخصیت
- ’’تاج محل‘‘

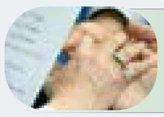

دربارِ خلافت

روایات از خان صاحب منشی برکت علی صاحبؓ ولد محمد فاضل صاحب

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

حضور کے آخری ایام میں جماعت بفضلہٖ تعالیٰ ترقی کر گئی تھی اور چھ سات سو احباب جلسہ سالانہ پر تشریف لاتے تھے۔ (اُس وقت کے صحابہ یہ جماعت کی ترقی کی باتیں کر رہے ہیں کہ چھ سات سو احباب جلسے پر تشریف لاتے تھے) لکھتے ہیں کہ ایک بارہمیں بتلایا گیا کہ حضور کا منشاء ہے کہ سب دوست بازار میں سے گزریں تا کہ غیر احمدی اور ہندو وغیرہ خدا کی وحی کو پورا ہوتے ہوئے مشاہدہ کر لیں کہ کس طرح دور دور سے لوگ ہماری طرف کھنچے چلے آرہے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (اور آج کل کے احمدیوں کو اللہ تعالیٰ کے فضلوں پر کتنی زیادہ حمد کرنی چاہئے۔ اُس زمانے کے بزرگوں کی نسلیں بھی آج دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں اور خود اُن کی ایک ایک کی نسلیں بھی سینکڑوں میں پہنچی ہوئی ہیں اور اس کے علاوہ جو نئے شامل ہو رہے ہیں وہ تو ہیں ہی۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کیا فرما رہے ہیں کہ قادیان کی گلیوں میں پھرو تا کہ اظہار ہو کہ ہم کتنی تعداد میں ہو گئے ہیں، اور آج دنیا جانتی ہے اور اخباروں میں لکھا جاتا ہے، ٹیلی ویژن پر وگرام کئے جاتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کیا چیز ہے؟ اس لئے اللہ تعالیٰ کا ہم جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے)۔

پھر لکھتے ہیں کہ اس وقت یہ عام دستور تھا کہ مہمان روانگی سے قبل حضور سے رخصت حاصل کر کے واپس جاتے تھے۔ چنانچہ ایک بار مَیں نے بھی شام کے وقت رقعہ بھجوا کر اجازت چاہی۔حضور نے جواباً ارشاد فرمایا کہ اجازت ہے مگر صبح جاتے ہوئے مجھے اطلاع دیں۔حسب الحکم اگلی صبح روانہ ہونے سے قبل اطلاع کی گئی تو حضور بنفسِ نفیس رخصت کرنے کو تشریف لائے۔ اَور بھی کئی دوست ہمراہ تھے۔حضور علیہ السلام کچی سڑک کے موڑ تک ہمارے ساتھ تشریف لے گئے۔ راستے میں مختلف باتیں ہوتی رہیں۔ مَیں نے دیکھا کہ حضور نہایت اطمینان سے چل رہے تھے اور بظاہر نہایت معمولی چال سے، مگر وہ دراصل کافی تیز تھی۔ اکثر خدام کو کوشش کر کے ساتھ دینا پڑتا تھا۔ بچے تو بھاگ کر شامل ہوتے تھے۔

پھر لکھتے ہیں کہ غالباً 1900ء میں جبکہ تقسیمِ بنگال کا بڑا چرچا تھا مَیں نے اس بات کو مدّنظر رکھ کر ایک مضمون حقوقِ انسانی پر لکھا۔حضور علیہ السلام بغاوت کو بالکل پسند نہ فرماتے تھے اور اپنی جماعت کو بھی وفادار رہنے کی ہدایت فرماتے رہتے تھے۔ اِن احکامات کی روشنی میں مَیں نے مضمون لکھ کر حضور کی خدمت میں بھیجا کہ اگر حضور علیہ السلام پسند فرماویں تو اس مضمون کو اخبار میں اشاعت کے لئے بھجوا دیں۔ چنانچہ اسے حضور نے البدر میں شائع کروا دیا۔

آج کل کے حالات میں بھی جو بعض ملکوں میں ہیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ بغاوت کو حضرت مسیح بقیہ صفحہ 5 پر

’’آج شیدائے خلافت‘‘ چل دیا

ایک مینارِ محبت چل دیا
وہ یقینا منتظم تھا بے مثال
وہ سراپا دستِ شفقت چل دیا
خدمتِ دیں میں کمربستہ رہا
اک مثالِ عزم و ہمت چل دیا
اپنے پیاروں، چاہنے والوں سے آج
لے کے رخصت اور اجازت چل دیا
رات دن جدوجہد دیں کے لیے
صاحبِ رُعبِ صداقت چل دیا
اس کو ازبر تھے مؤدِب کے سبق
وہ علمدارِ عقیدت چل دیا
اک مربّی، محسنِ قدسیؔ تھا وہ
ہنس کر حسبِ روایت، چل دیا

از مکرم عبد الکریم قدسیؔ صاحب

1442ھ

آج کی دعا

رَبِّ اَنِّی مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ فَسَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقاً

(تذکرہ صفحہ:389)

ترجمہ:اے میرے رب! مجھ پر ظلم کیا گیا ہے۔ میری مدد فرما اور انہیں اچھی طرح پیس ڈال۔

رَبِّ فَرِّقْ بَیْنَ صَادِقٍ وَکَاذِبٍ۔ اَنْتَ تَرٰی کُلَّ مُصْلِحٍ وَصَادِقٍ

(تذکرہ صفحہ:556)

ترجمہ:اے میرے خدا! سچے اور جھوٹے میں فرق کر کے دکھلا۔ تو ہر ایک مصلح اور صادق کو جانتا ہے۔

یہ حضرت اقدس مسیحِ موعودؑ کی خدا تعالیٰ کے حضور مدد و نصرت اور حق و باطل میں فرق کرنے کی الہامی دعائیں ہیں۔

ہمارے پیارے امام حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز موجودہ حالات کے پیشِ نظر احباب جماعت کو مسلسل نوافل، دعاؤں اور صدقات کی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔ آپ نے 15 جنوری 2021 کو بمقام مسجد مبارک اسلام آباد ٹلفورڈ UK فرمایا:

’’دوسری بات جیسا کہ میں آج کل توجہ دلا رہا ہوں۔ پاکستان اور الجزائر کے اسیران کے لیے خاص طور پر دعا کریں اللہ تعالیٰ ان کی رہائی کے سامان پیدا فرمائے۔ پاکستان کے عمومی حالات کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ احمدیوں کو وہاں سکون کی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مخالفین احمدیت کو عقل اور سمجھ دے۔ اگر نہیں ہے تو پھر جو بھی اللہ تعالیٰ نے ان سے سلوک کرنا ہے وہ کرے اور جلد ہم ان سے نجات پانے والے بنیں۔ اور ہم کو، خاص طور پر پاکستان کے احمدیوں کو خود بھی آج کل نوافل اور دعاؤں اور صدقات پر زور دینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ آمین

(خطبہ جمعہ فرمودہ 15/ جنوری 2021ء)

مرسلہ:مریم رحمٰن

منور احمد خورشید۔ واقفِ زندگی

دبستانِ حیات

قسط ہشتم

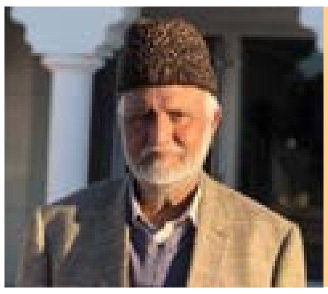

سیروا فی الارض
مختصر تعارف آکسفورڈ انگلستان

ایک دفعہ سینیگال میں خاکسار کے پاس ایک احمدی ممبر آف پارلیمنٹ اپنے ایک عزیز مسٹر کابا کے ہمراہ تشریف لائے۔ تعارف پر معلوم ہوا کہ یہ صاحب ڈاکار یونیورسٹی میں فزکس پڑھاتے ہیں نیز فرانس میں بھی کسی یونیورسٹی میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ میں نے فزکس کے حوالے سے انہیں پوچھا۔ کیا آپ نوبل انعام یافتہ ڈاکٹر عبدالسلام کے بارے میں جانتے ہیں۔ مکرم کابا صاحب بے اختیار بول اٹھے، کہ اس صدی میں جو آدمی ڈاکٹر عبدالسلام کے بارے میں نہیں جانتا۔ میرے نزدیک وہ تو انسان کہلانے کا بھی حق دار نہیں ہے۔

ایسی ہی کچھ اہمیت آکسفورڈ کی ہے۔ دنیا کا ہر ذی شعور انسان اس شہر کے نام سے تو کم از کم آشنا ہے۔ اس طرح جب سے میں نے ہوش سنبھالی ہے۔ آکسفورڈ شہر کی عظمت واہمیت کے بارے میں بہت کچھ پڑھا اور سن رکھا ہے۔ لیکن حدیث نبوی ﷺ کے مطابق لیس الخبر کالمعاینۃ کی حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے۔

پروگرام

اسی جذبہ کے تحت جامعہ احمدیہ کے اساتذہ کرام نے بھی ایک تفریحی ومطالعاتی پروگرام ترتیب دیا۔ جس میں نو اساتذہ کرام شریک سفر تھے۔ مکرم حمید اللہ صاحب نے ڈرائیونگ کی خدمات سرانجام دیں۔ فجزاہ اللہ

آغاز سفر

صبح ساڑھے نو بجے دعا کے بعد جامعہ احمدیہ کے نو اساتذ کرام کا ایک گروپ جامعہ احمدیہ کی وین میں جس کو مکرم حمید اللہ صاحب ڈرائیو کر رہے تھے۔ آکسفورڈ کو روانہ ہوا۔

آکسفورڈ میں آمد

تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ کا سفر طے کر کے آکسفورڈ میں جماعت کے مرکز میں پہنچے۔ جہاں پر مکرم مبارک احمد بسرا صاحب مربی سلسلہ اور مکرم ڈاکٹر منور احمد صاحب صدر جماعت نے بڑے پرتپاک انداز میں خوش آمدید کہا۔

مشن ہاؤس

آکسفورڈ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کی ایک خوبصورت مسجد ہے۔ جس میں نمازیوں کے لیے ایک مردانہ اور ایک زنانہ حال ہے۔ اور اس میں مکرم مربی صاحب کا آفس اور رہائش گاہ بھی ہے۔

آکسفورڈ کی تاریخ

آکسفورڈ دریائے آکس کے کنارے، انگلستان کا ایک شہر ہے۔ اس کے معنی (دریائے آکس کا گھاٹ) کے ہیں۔ اس جگہ انگلستان کا مشہور اور قدیم دارالعلوم واقع ہے۔ اس کی بنیاد قدیم زمانے میں رکھی گئی تھی۔ لیکن منظم تدریس کا آغاز 1133ء سے ہوا جب پیرس کے رابرٹ پولین نے یہاں تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اس نے یونیورسٹی کی صورت 1163ء میں اختیار کی۔ اس میں اٹھائیس کالج ہیں جن کی اقامت گاہیں بھی ہیں۔ لیکن تدریس تمام کالجوں کے مشترکہ لیکچروں کی صورت میں ہوتی ہے۔ اور کالجوں کے ٹیوٹر اپنی اپنی اقامت گاہوں پر بھی تعلیمی رہنمائی کرتے ہیں۔ آکسفورڈ یونیورسٹی کی شہرہ آفاق بوڈلین لائبریری دنیا بھر کی سب سے بڑی لائبریری ہے۔ اس کی مزید توسیع 1946ء میں جدید بوڈلین لائبریری کی شکل میں ہوئی۔

ماضی کی امتیازی پالیسی

آکسفورڈ یونیورسٹی اور کیمبرج کے دروازے 1854ء تک ان لوگوں کے لیے بند تھے جو پراٹسٹنٹ مذہب یعنی چرچ آف انگلینڈ کے 39 اصولوں پر ایمان نہ لاتے ہوں۔ 1871 تک ان دونوں یونیورسٹیوں میں کسی ایسے شخص کو کسی قسم کا امتیاز، یا وظیفہ تعلیم بھی نہیں مل سکتا تھا۔

شہر کی موجودہ آبادی

کہتے ہیں۔ آجکل شہر کی کل آبادی ڈیڑھ لاکھ ہے۔ اور اس میں سے چالیس ہزار طالب علم ہیں۔

ساؤتھ پارک

ہماری پہلی منزل ساؤتھ پارک تھی۔ گائیڈ مکرم بسرا صاحب ہمیں ایک پارک میں لے گئے۔ سڑک کے کنارے پر گاڑی پارک کی۔ پھر وہاں سے پیدل، پارک کی ایک جانب پہنچے۔ سامنے حد نگاہ تک وسیع وعریض میدان ہی نظر آتا تھا۔ احباب سامنے کو چل پڑے۔ اور پھر چلتے ہی گئے۔ یہاں پر وفد میں پہلی بار تفریق پیدا ہوئی۔ اور ہم لوگ دو حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ نوجوان گروپ آگے چلا گیا اور بزرگ گروپ نے اپنے تجربہ کی روشنی میں سوچ سوچ کر قدم اٹھانے شروع کر دیے۔ کیونکہ منزل کا کوئی علم نہ تھا۔

آگے مسلسل چڑھائی تھی۔ فضا میں خنکی بھی تھی۔ بزرگوں کے دل ودماغ میں مسلسل جنگ ہو رہی تھی۔ کہ آگے جائیں کہ نہ جائیں۔

تقریباً وسط میں جاکر احباب کھڑے ہوگئے۔ تو پھر پیچھے رہنے والے احباب نے بھی ایک جذبہ کے تحت ایک نئے جوش اور ولولہ سے قدم اٹھائے اور پھر جلد ہی یاران سست گام نے محمل کو آلیا۔ پارک کا یہ حصہ قدرے اونچی جگہ ہے۔ جہاں سے آپ پورے آکسفورڈ کے اہم مقامات کا بھرپور نظارہ کر سکتے ہیں۔

لائبریریاں اور کتب خانے

شہر بھر میں بے شمار لائبریریاں ہیں۔ ہر کالج کی الگ الگ لائبریری ہے۔ بعض لائبریریاں صرف ان کے اپنے طلبہ اور سٹاف کے لیے مخصوص ہیں اور بعض صدائے عام ہے یاران نکتہ دان کے لیے۔ ممکن ہے دنیا میں سب سے زیادہ کتب بھی اسی شہر میں ہوں۔

معروف بک شاپ

شہر میں بے شمار کتب خانے ہیں۔ ان میں سے ایک معروف بک شاپ BLACKWELL دیکھنے گئے۔ جس میں بلامبالغہ دنیا کے ہر موضوع پر لاکھوں کتب ہوں گی۔ جو اس دور کی جدید ترین سہولتوں سے آراستہ و پیراستہ تھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ

BADBLEIL کالج بھی اس شہر کے اہم تعلیمی مراکز میں سے ایک ہے جو شہر کے وسط میں واقع ہے۔ اس کالج کے ساتھ سب احمدیوں کا ایک خاص رشتہ ہے۔ اور اس کو دیکھنے ضرور جاتے ہیں، کیونکہ ہمارے تیسرے خلیفہ حضرت میرزا ناصر احمد صاحبؒ نے یہاں بھی اعلیٰ تعلیم کی کچھ منازل طے کیں۔

قتل مرتد

اس کالج کے مین گیٹ کی بائیں جانب کی دیوار میں ایک کندہ سلیٹ ہے۔ جس پر اس شہر میں جنم لینے والی ایک دردناک کہانی مختصر الفاظ میں رقم ہے۔ اس دیوار میں کندہ پلیٹ کے عین سامنے، سڑک کے درمیان ایک جگہ اس دلخراش واقعہ کی نشان دہی کے لئے جگہ چھوڑ رکھی ہے۔ جہاں پر 1955 میں چار بہت اہم پروٹسٹنٹ شخصیات کو ارتداد کے جرم میں زندہ جلا دیا گیا تھا۔ ان دردناک اور دلخراش واقعات کو 'بک آف مارٹرز' میں تفصیل سے لکھا گیا ہے۔

سائیکل بستی

شہر میں سیر کے دوران ایک چیز خصوصی توجہ کا مرکز ومحور بنی۔ وہ تھے، رنگ برنگے ان گنت سائیکل۔ چونکہ یہ ایک طالب علموں کا شہر ہے۔ اس لئے فراٹے بھرتی کاریں بہت کم نظر آئیں۔ اس شہر میں اس کثرت سے سائیکلوں کو دیکھ کر ربوہ کی یاد تازہ ہوگئی۔ جہاں ہر چھوٹا بڑا سائیکل لئے آجا رہا ہوتا ہے۔، جہاں ہر کوئی اپنے سائیکل پر سُوئے منزل رواں دواں ہے۔

تعلیمی ادارے

کہتے ہیں اس شہر میں بنیادی طور پر دو یونیورسٹیاں ہیں۔ ایک کا نام آکسفورڈ یونیورسٹی ہے۔ اور دوسری بروکز ہے۔

ان یونیورسٹیوں کے زیر سایہ بہت سے کالج ہیں۔

ان درس گاہوں میں چالیس ہزار کے قریب طلبہ کسب فیض

کر رہے ہیں۔

نوجوانوں کا شہر

جیسا کہ پہلے عرض کی گئی ہے کہ اس شہر میں ڈیڑھ لاکھ کی آبادی میں سے چالیس ہزار کے قریب طالب علم ہیں۔اس لئے غالب امکان ہے کہ نوجوانوں کی شرح دوسرے شہروں کی نسبت سے اس شہر میں سب سے زیادہ ہے۔

بنگلہ مسجد

آکسفورڈ کی ہائی اسٹریٹ پر ایک عمارت ہے۔جس میں ایک کمرہ کومسجد کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔وہاں پر بلا تمیز مذہب و مسلک کوئی بھی مسلمان بھائی اپنے طریق پر نماز ادا کر سکتے ہیں۔ہم لوگوں نے بھی نماز ظہر وعصر اسی مسجد میں ادا کیں۔اس دوران اور کئی لوگ انفرادی طور پر اور کچھ لوگ با جماعت نماز ادا کر رہے تھے۔

جناب مکرم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی وفات

دنیائے احمدیت کے عالمی شہرہ یافتہ سپوت مکرم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے بھی زندگی کے آخری ایّام اسی شہر میں گزارے۔اور ادھر ہی ان کا وصال ہوا۔

میوزیم (داستان عالم)

ہمارے اس تفریحی سفر کی آخری منزل آکسفورڈ کا نیچرل سائنس میوزیم تھا۔مکرم بسرا صاحب کی قیادت میں ادھر پہنچے۔بڑا تاریخی،قیمتی اور قابل قدر خزانہ محفوظ ہے۔اس کے مشاہدہ کے لئے تو عمر خضر ہونی چاہیے۔شام ہو چکی تھی اور اندھیروں کے دامن وسیع سے وسیع تر ہوتے جا رہے تھے۔

تھوڑے سے میسر وقت میں جو ممکن ہوا،اپنے اجداد اور ان کی ہم عصر مخلوق کا انجام دیکھ کر جلدی سے ایک سرسری سی نظر دوڑائی اور باقی عندالتلاقی کہہ کر کے واپس آ گئے۔

کالا سفید

کہتے ہیں۔نومولود بچے کو دو ہفتوں کے لیے ہر چیز بلیک اینڈ وائٹ ہی نظر آتی ہے۔اس کے بعد اس میں مختلف رنگوں میں امتیاز کرنے کی اہلیت اور استعداد پیدا ہوتی ہے جس سے وہ اشیاء کو ان کے اصل رنگ وروپ میں مشاہدہ کر کے لطف اندوز ہوسکتا ہے۔یہی کیفیت ہماری تھی۔آکسفورڈ میں اپنی کم عمری کے باعث ابھی بلیک اینڈ وائٹ میں ہی تھے۔اور خدا تعالیٰ کے تخلیق کردہ باقی ماندہ خوبصورت رنگوں کو دیکھنے کے قابل نہ ہوئے تھے کہ واپسی کا بگل بجا دیا گیا۔

واپسی کا سفر

میوزیم کے بعد مسجد میں واپس آئے۔نماز مغرب وعشاء مکرم حافظ طیب احمد صاحب کی اقتداء میں ادا کیں جس میں انہوں بڑی خوش الحانی سے تلاوت فرمائی۔فجزاھم اللہ۔

مکرم مربی بسرا صاحب کی دعا کے بعد لندن کو عازم سفر ہوئے،راستہ میں مکرم نسیم باجوہ صاحب نے بڑی پر سوز آواز میں درثمین سے ایک نظم سنائی۔پھر احباب کی پر لطف باتوں،خوبصورت چٹکلوں اور دلچسپ واقعات نے ایسا کرشمہ دکھایا کہ سفر کے گزرنے کا احساس تک نہ ہوا۔بفضل تعالیٰ ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد ہم بخیریت جامعہ میں پہنچ گئے۔الحمدللہ

شکر و امتنان

من لا یشکرالناس لا یشکراللہ کے ارشاد ربانی کے مطابق ہم سب افراد قافلہ اپنے میزبانوں مکرم بسرا صاحب مربیّ سلسلہ اور مکرم ڈاکٹر منوراحمد صاحب صدر جماعت آکسفورڈ کے بھرپور تعاون،راہنمائی اور شاندارمہمان نوازی کے لئے تہہ دل سے ممنون ہیں اور ان کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہیں کہ باری تعالیٰ انہیں اجرعظیم سے نوازے۔آمین

کچھ عرصہ قبل انگلستان کے معروف اور تاریخی شہر مانچسٹر جانے کا اتفاق ہوا۔ہم لوگ یوسٹن سٹیشن لندن سے مانچسٹر کے لئے دو بجکر چالیس منٹ پر روانہ ہوئے۔کہتے ہیں وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا۔انگلستان میں تو گاڑی بھی کسی کا انتظار نہیں کرتی۔ہماری ٹرین حسب پروگرام عین وقت پر یوسٹن سٹیشن لندن سے روانہ ہوئی اور عین مقررہ وقت پر منزل مقصود پر پہنچ گئی۔یہ سفر خاصا دلچسپ اور معلوماتی تھا۔ٹرین میں آرام دہ نشتیں تھیں۔اتفاق سے میری نشست کے سامنے میز کی بھی سہولت تھی جس سے ہم نے کماحقہ فائدہ حاصل کیا۔

ایک دفعہ ہمارے ایک دوست بذریعہ ٹرین سفر کر رہے تھے۔رستہ میں کسی دوست کے ساتھ فون پر بات چیت میں مصروف ہوگئے۔ اور حسب عادت بآواز بلند بولنا شروع کر دیا۔ساتھی مسافروں نے انہیں بڑے آرام سے سمجھا دیا کہ آپ کے فون کی وجہ سے ہم ڈسٹرب ہو رہے ہیں۔اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ٹرین کے ڈبے میں کیسا سکون ہوگا۔ٹرین میں ایک مختصر سی دوکان بھی تھی۔جس میں کھانے پینے کے علاوہ دیگر بنیادی اشیاء خریدنے کی سہولت بھی موجود تھی۔

نعمت ہے یا زحمت

مسافر بڑے ہی آرام وسکون سے بغیر کسی دھکم پیل کے اپنی اپنی نشستوں پر براجمان ہوگئے۔اکثر احباب نے جلد ہی اپنے لیپ ٹاپس یا ٹیلی فونز آن کر لئے۔اس دور کی ایجادات نے تو انسان سے انسان کا رشتہ ہی ختم کر دیا ہے۔ایک دوسرے کے پاس بیٹھ کر بھی کسی دور کی دنیا میں جا بستے ہیں۔بسا اوقات کئی لوگ ایک ہی کمرے میں بیٹھے ہوتے ہیں۔لیکن ہر کوئی اپنے اپنے فون پر کہیں اور ہی مصروف عمل ہوتا ہے۔یہ ایک ایسی مہلک بیماری ہے۔جس نے پیار اور محبت کے انسانی رشتوں میں دراڑیں ڈال دی ہیں۔کہتے ہیں اس ٹیلی فون کی وجہ سے دنیا میں ہر سال ہلاکتوں کی تعداد کئی ملین تک پہنچ چکی ہے۔ایک دور تھا جب ہمارے ماحول میں بڑی عمر کے لوگ ہی ضعف بصارت کی وجہ نظر والی عینک لگایا کرتے تھے۔لیکن اب اس سوشل میڈیا کی مہربانی سے نظر والی عینک بوڑھوں بزرگوں کے علاوہ بچوں اور نوجوانوں میں بھی عام ہوتی جا رہی ہے۔

مجھے یاد آ گیا ہے۔چند یوم قبل میں نے ایک وڈیو کلپ دیکھی جس میں ایک نوجوان خاتون اپنے بچے کو گود میں اٹھائے فیڈر کے ذریعہ دودھ پلانے کی کوشش کر رہی ہے۔اس کے ساتھ ہی ایک بلی بھی بیٹھی ہوئی ہے۔خاتون اپنے موبائل میں اس قدر محو ہے کہ فیڈر سے بچے کی بجائے بلی دودھ کے مزے لے رہی ہے۔

لندن سے مانچسٹر 208 میل کے فاصلہ پر ہے۔بذریعہ کار سفر کیا جائے تو پانچ گھنٹے کے قریب وقت لگ جاتا ہے۔اگر بذریعہ بس جائیں تو ٹریفک پر منحصر ہے۔چار سے سات گھنٹے تک بھی صرف ہو جاتے ہیں۔جبکہ ٹرین پر صرف دو گھنٹے اور دس منٹ لگتے ہیں۔

گورنمنٹ برطانیہ کی انسان پروری

برطانیہ گورنمنٹ اپنے شہریوں کی اعانت اور فلاح بہبود کے لئے بہت ساری سہولیات فراھم کرتی ہے۔خاص طور پر بوڑھوں،بچوں اور کمزوروں کے اندرون ملک سفر لئے خصوصی مراعاتی پیکیجز ہوتے ہیں۔

ساٹھ سال سے بڑی عمر کے شہری اندورن لندن بذریعہ بس،ٹرین اور ٹرام مفت سفر کرتے ہیں۔جبکہ ایسے افراد کو اندرون ملک بھی رعایتی ٹکٹ کی سہولت میسر ہے۔اگر کوئی شہری زیادہ بیمار ہے۔اس کے رعایتی ٹکٹ کے علاوہ اس کی دیکھ بھال کرنے والے کو بھی رعایتی ٹکٹ کی سہولت فراہم کی جاتی ہے۔اس سفر مانچسٹر میں مجھے بھی بیماری اور بڑی عمر کی وجہ سے اس سہولت سے مستفید ہونے کا موقعہ مل گیا۔

یہ انگلستان کا تیسرا بڑا شہر ہے۔جو لندن سے دوسو آٹھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

تعارف مانچسٹر شہر

سن دو ہزار تیرہ کی مردم شماری کے مطابق اس کی آبادی پچیس لاکھ سے زائد ہے۔

جن میں پاکستانی افراد کی تعداد پینتالیس ہزار کے قریب ہے جو کہ 2011میں بیالیس ہزار نو سو تھی۔

1979سے پہلے یہ ایک جاگیردارانہ بستی رہا ہے۔

کسی زمانہ میں مانچسٹر ریلوے اسٹیشن دنیا کا پہلا ریلوے اسٹیشن تھا۔

ایک دور میں دنیا بھر میں معروف صنعتی شہر ہونے کا اعزاز رکھتا تھا۔

1853میں اسے شہر کا درجہ دیا گیا۔

1894میں یہاں کی معروف مانچسٹر شپ نہر کا افتتاح ہوا جس سے یہاں بندرگاہ بنی۔جسے ایک تاریخی اور اہم مقام حاصل ہے۔

سیاحت کے اعتبار سے لندن،ایڈنبرا کے بعد اسی شہر کا نام آتا ہے۔

علمی میدان میں بھی اس کا بڑا مقام ہے۔اس میں دو معروف

یونیورسٹیاں ہیں یہ ملک کی تیسری بڑی معیشت ہے۔

یہاں سائنس دانوں نے پہلی بار ایٹم کو تقسیم کیا اور پہلا سٹورڈ پروگرام کمپیوٹر بنایا۔

مانچسٹر کے مضافات میں لیور پول، نارتھ ویلز، لنکائشر، بلیک پول اور برن پول وغیرہ قابل دید شہر ہیں۔

ودنشاو اسپتال Wythenshawe hospital

میں چونکہ ڈیالیسز کا مریض ہوں۔ مجھے اپنی بیماری کی نسبت سے ہر دوسرے روز ڈیالیسز کے لئے اسپتال جانا پڑتا ہے اور ہر بار اس سیشن پر پانچ سے چھ گھنٹے لگ جاتے ہیں۔ کسی بھی دوسرے اسپتال میں اگر یہ ڈیالیسز کرانے ہوں تو مریض کو کم از کم ایک ماہ قبل دوسرے شہر والے سنٹر یا متعلقہ اسپتال سے رابطہ کرنا پڑتا ہے جس پر دونوں اسپتالوں کے مابین بہت سی رپورٹس کا تبادلہ ہوتا ہے اس کے بعد مریض کو دوسرے ادراہ میں ڈیالیسز کی اجازت ملتی ہے۔ اس ساری کارروائی کے بعد مجھے مذکورہ بالا اسپتال میں ڈیالیسز کی اجازت ملی تھی۔

یہ اسپتال مانچسٹر ائیرپورٹ کے مضافات میں ہے جو میری قیام گاہ سے تقریباً آدھے گھنٹے کی ڈرائیو پر واقع ہے۔

پہلی بار اسپتال جانا تھا۔ ماحول سے نا آشنائی تھی۔ ڈیالیسز اڑھائی بجے شروع ہونے تھے۔ خاکسار عزیزم محمد احمد کے ساتھ بروقت پہنچ گیا۔ اپنی باری آنے پر ڈیالیسز شروع کیا۔ سٹاف کی خوش خلقی اور برتاؤ سے بہت متأثر ہوا۔ ان کا طریق کار اور برتاؤ لندن میں ڈیالسز سٹاف سے بدرجہا بہتر تھا۔

دن کیسے گزارا جائے

میری قیام گاہ کے قریب ہی ایک لائبریری تھی۔ سوچا وہاں جاکر کتب بینی کرتا ہوں۔ لائبریری چلا گیا۔ کچھ وقت کے لئے مختلف کتابوں کی ورق گردانی کی اور پھر وہاں سے باہر سڑک پر نکل آیا۔ لائبریری کے دروازے کے قریب ہی بس سٹاپ تھا۔ نہ معلوم کہاں جارہی تھی۔ سوچا چلو بیٹھ جاتے ہیں۔ کیونکہ میرے پاس فریڈم پاس ہے۔ اس لئے جہاں بھی لے جائے گی وہاں سے واپسی مشکل نہیں ہو گی۔

خیر! اللہ کا نام لے کر بس میں سوار ہوگیا گورنمنٹ برطانیہ کی انسان پروری ہے کہ ساٹھ سال کی عمر میں فریڈم پاس کا تحفہ دے دیتی ہے جس کے ذریعہ آپ بہت سے شہروں میں بغیر کسی کرایہ کے سفر کر سکتے ہیں۔ میں نے اپنا فریڈم پاس بس ڈرائیور کی خدمت میں پیش کیا جس نے حسب قواعد مجھے بلا معاوضہ ہی اپنی بس پر سوار ہونے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ سوچا یہ بس جہاں تک جائے گی میں وہاں سے اسی بس پر واپس آجاؤں گا۔ اس طرح ایک معلوماتی سفر کا آغاز ہوگیا۔

یہ دو منزلہ بس تھی ۔ میں بس کی دوسری منزل پر جاکر بیٹھ گیا۔ کیونکہ اونچائی سے شہر کا نظارہ قدرے بہتر ہوسکتا تھا۔ بس اپنے روٹ پر خراماں خراماں دوڑتی رہی۔ راستہ میں بہت سی بلند وبالا عمارات دیکھنے میں آئیں۔

ابھی دس منٹ گزرے ہونگے کہ سڑک کی بائیں جانب مانچسٹر کا معروف زمانہ یونائٹڈ فٹ بال سٹیڈیم نظر آیا۔ اگرچہ میں خود تو فٹ بال کا اتنا شوقین نہیں ہوں لیکن بہر حال فٹبال کے دیوانوں کے لئے چند بنیادی معلومات سپرد قلم کئے دیتا ہوں۔

یونائیٹڈ مانچسٹر فٹبال سٹیڈیم

اس کلب کا آغاز 1878ء میں Newton Heath LYR Football Club کے نام سے ہوا۔ 1902ء میں اس کو مانچسٹر یونائیٹڈ کا نام دیا گیا ہے۔ اس میں 75000 افراد کے بیٹھنے کی گنجائش ہے۔

ٹریفورڈ سنٹر TRAFFORD CENTRE

تقریباً بیس منٹ کے دلچسپ اور معلوماتی سفر کے بعد بس ایک بڑے سے وسیع وعریض احاطہ میں داخل ہوئی۔ دریافت کرنے پر علم ہوا کہ یہ مانچسٹر کا بہت ہی معروف شاپنگ مول ہے جو Trafford centre کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ میری بس کا آخری سٹاپ تھا۔ بس رکی تو سب سواریاں اتر گئیں ۔ میں بھی ان کی اقتدا میں بس سے نیچے اترا اور جس جانب اکثر لوگ جارہے تھے میں بھی چل پڑا۔ ابھی چند ہی منٹ چلا ہونگا کہ ایک بہت ہی چکا چوند بازار میں داخل ہوگیا۔ یہ بہت ہی خوبصورت، دیدہ زیب اور عالیشان عمارت ہے جس میں دوطرفہ دوکانیں ہیں ۔ یہ دومنزلہ بازار ہے۔ اوپر نیچے جانے کے لئے مختلف مقامات پر سیڑھیوں اور لفٹ کی سہولیات موجود ہیں۔ عمارت کے درو ودیوار پر مصورین کے دلآویز شہ پارے مداحوں کی نظر شوق کے طالب ہیں۔ ساری عمارت شیشہ سے مسقّف ہے۔ اس مارکیٹ میں دائیں بائیں انسانی کاریگری اور صنعت کے بےنظیر نمونے دیکھ کے آپ حیران ہوتے ہیں۔ لیکن جب نگاہیں بلند کرتے ہیں تو آپ کو بلند وبالا اور لامحدود و بےکنار خوبصورت نیلگوں آسمان کی زیارت ہوتی ہے جس سے احساس ہوتا ہے کہ انسانی تخلیق کتنی محدود ہے۔ لیکن حقیقت یہی ہے۔

؎ بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز

بقیہ: دربار خلافت...... از صفحہ 2

موعود علیہ السلام نے پسند نہیں فرمایا بلکہ بغاوت کے خلاف جو مضمون آیا اُسے شائع فرمایا۔

پھر لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ بعد نماز مغرب حضور شاہ نشین پر بیٹھے تھے۔ کسی دوست نے عرض کی کہ تحصیل دار صاحب علاقہ صبح منارہ کی تعمیر کے سلسلہ میں موقع دیکھنے کے لئے آرہے ہیں۔ حضور علیہ السلام منارۃ المسیح بنوانا چاہتے تھے (اُس کے بننے سے پہلے کا واقعہ ہے) مگر قادیان کے ہندو وغیرہ اس کی مخالفت کر رہے تھے۔ اور انہوں نے سرکار میں درخواست دی ہوئی تھی کہ منارہ بنانے کی اجازت نہ دی جاوے۔ حضور علیہ السلام نے تحصیل دار کی آمد کے متعلق سن کر فرمایا کہ بہت اچھا۔ ہمارے دوستوں کو چاہئے کہ اُن کا مناسب استقبال کریں اور اُنہیں موقع دکھاویں۔ (جو مختلف احمدی لوگ ہیں وہ جائیں۔ اچھی طرح تحصیلدار کا استقبال کریں۔ اُس کو موقع دکھائیں۔) پھر فرمایا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہے کہ منارہ ضرور تعمیر ہو گا اس کو کوئی نہیں روک سکتا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ تعمیر ہوا۔

پھر لکھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام عام طور پر محفل میں کس طرح بیٹھتے تھے یا کس طرح چلتے تھے ۔ اس بارہ میں کہتے ہیں کہ مَیں نے حضور کی محفل میں دیکھا ہے کہ حضور کی آنکھیں نیچے جھکی ہوئی ہوتی تھیں اور قریباً بند معلوم ہوتی تھیں۔ مگر جب کبھی حضور میری جانب نظر اُٹھا کر دیکھتے تھے تو مَیں برداشت نہیں کرسکتا تھا اور اپنی نظر نیچی کر لیتا تھا۔

(رجسٹر روایات صحابہ رجسٹر نمبر 4 روایت حضرت منشی برکت علی صاحب صفحہ نمبر 142تا144 غیر مطبوعہ)

لکھتے ہیں کہ غالباً آخری دنوں کا واقعہ ہے کہ مَیں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کی معرفت عریضہ ارسال کیا اور ملاقات کی خواہش کی۔ موصوف اُس وقت سترہ اٹھارہ سال کی عمر کے تھے۔ حضور علیہ السلام نے اجازت مرحمت فرمائی اور اوپر کمرے میں بلوالیا۔ مَیں نے حضور سے عرض کیا کہ مَیں غیر احمدی ہونے کی حالت میں دفتر میں ایک فنڈ میں شامل تھا جس کا نام Fortune Fund تھا۔ پندرہ سولہ آدمی تھے۔ آٹھ آنے ماہوار چندہ لیا جاتا تھا۔ فراہم شدہ رقم سے لاٹری ڈالی جاتی تھی اور منافع تقسیم کرلیا جاتا تھا۔ یہ کام احمدی ہونے کے بعد تک جاری رہا۔ چنانچہ ایک دفعہ ہمارے نام تقریباً ایک لاکھ پندرہ ہزار روپے کی لاٹری نکلی۔ اور قریباً ساڑھے سات ہزار روپیہ میرے حصے میں آیا۔ (تو اب احمدی ہونے کے بعد پوچھ رہے ہیں کہ) مجھے خیال ہوا کہ کیا یہ امر جائز بھی ہے؟ حضور سے دریافت کرنے پر جواب ملا کہ "یہ جائز نہیں"۔ (یہ لاٹری وغیرہ کا جو طریقہ ہے) اس رقم کو اشاعتِ اسلام وغیرہ پر خرچ کر دینا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی چیز حرام نہیں۔ پھر انہوں نے اُس کو کچھ چندے میں دیا۔ کچھ غرباء میں تقسیم کیا۔

(رجسٹر روایات صحابہ رجسٹر نمبر 4 روایت حضرت منشی برکت علی صاحب صفحہ نمبر 146تا147 غیر مطبوعہ)

(خطبہ جمعہ 8/ اپریل 2011ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

وسیم احمد ظفر مبلغ انچارج جماعت احمدیہ۔ نمائندہ روزنامہ الفضل لندن آن لائن۔ برازیل

تھا خلافت کے وفاداروں میں اک ایسی نظیر۔ آئے گا تاریخ کے اوراق میں جسکا بیاں

مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب۔ ایک عہد ساز شخصیت

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید کی پہاڑ جیسی شخصیت کی سیرت کا بیان یقیناً دریا کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے ثواب کے حصول اور آپکی بیحد شفقتوں کے شکریہ کے اظہار کے لئے نیز دعا کی غرض سے چند سطور لکھنے کی طرف توجہ مائل ہوئی ہے۔ بچپن سے ہی شعور کی آنکھ کھولتے آپکا نام جماعت کی خدمت کے حوالہ سے ذہن پر نقش ہو گیا تھا۔ ربوہ کے ایک ہی محلہ دارالصدر جنوبی میں رہتے ہوئے آپکو اکثر دیکھنے کا موقع ملتا رہتا۔ ہمیشہ آپکو عاجزی اور سادگی مگر متانت کیساتھ خدمت کے جذبہ سے سرشار دیکھا اور ہمیشہ خلافت احمدیہ کا سلطان نصیر پایا۔ چونکہ خاموشی کیساتھ کام کرتے رہتے اور کم گو بھی تھے اس لئے شروع میں آپکی سنجیدہ طبع شخصیت سے یہ تاثر ملتا تھا کہ گویا آپ بہت سخت طبیعت کے مالک ہیں لیکن جوں جوں انکو قریب سے دیکھنے اور انکے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا تو پہلا تاثر ختم ہوتا گیا اور آپکو حقیقت میں بہت شفیق، مہربان، ہمدرد، خلافت کا عاشق اور سلطان نصیر اور جماعت کا سچا درد رکھنے والا وجود پایا۔ جماعت کے ہر شعبہ میں ہی آپکی انمٹ خدمات احمدیت کی تاریخ کا یادگار حصہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شغف، باقاعدگی اور جدوجہد آپکی سیرت کا نمایاں پہلو ہے جسے بچپن سے دیکھا اور محسوس کیا۔ نہ صرف خود بلکہ اکثر دوسروں کو بھی یہ پاک نصیحت کرتے۔ جائزہ بھی لیتے اور دلجوئی بھی فرماتے اسکی ایک مثال اپنے مشاہدہ کی روشنی میں بیان کرتا ہوں۔ یہ دسمبر 2017ء کی بات ہے جب خاکسار اپنے بیٹے عزیزم ندیم احمد طاہر کی شادی کے سلسلہ میں ربوہ گیا۔ تحریک جدید کے دفاتر میں ایک کوارٹر (مہمان خانہ) میں رہائش تھی۔ مکرم چوہدری صاحب کو نمازوں کی ادائیگی کے لئے بہت اہتمام کرتے دیکھا۔ فجر کی نماز کے وقت شدید سردی اور بعض اوقات دھند بھی ہوتی لیکن چوہدری صاحب بڑی باقاعدگی کیساتھ وقت پر آتے۔ بیٹے کی شادی میں شرکت کے لئے سرگودھا گئے تو وہاں کافی رات ہو گئی۔ آپ قدرے پہلے ربوہ واپس آ گئے اور فرمایا کہ جب ربوہ پہنچیں تو گھر آئیں (بہو انکی عزیزہ ہیں) ہمیں آتے آتے دیر ہو گئی۔ ڈیڑھ بجے کے قریب پہنچے تو انتظار فرما رہے تھے آپ نے اور آپکی اہلیہ نے بہت پیار دیا۔ سلامی بھی دی۔ اتنی رات گئے ضیافت کا بھی انتظام کیا ہوا تھا اور خود پیش کر رہے تھے۔ کیا سعادت تھی جسکا کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ انکے لئے جنت الفردوس میں اعلیٰ ضیافت کا انتظام کرے۔ رات گئے آپکی دعائیں اور شفقتیں سمیٹتے ہوئے اپنی رہائش گاہ واپس آ گئے۔ اس ادھیڑ عمر میں رات گئے سفر کی تھکان کے باوجود فجر کی نماز میں موجود تھے اور جب انہوں نے بیٹے کو بھی مسجد میں دیکھا تو بیحد خوش ہوئے اور اپنے عزیزان سے بھی ذکر کیا کہ شادی والی رات اور دیر سے واپسی کے باوجود اس نوجوان نے نماز کی پابندی کا خیال رکھا ہے۔ اس واقعہ سے جہاں آپکی عبادت سے بے انتہاء رغبت کا پتہ چلتا ہے وہاں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ دوسروں کی عبادت پر آپ کس قدر خوش ہوتے تھے اور پھر جو آپکی کمال شفقت اور محبت ہے وہ تو عیاں ہے ہی۔ 5 دسمبر کی رات کو ہماری برازیل کے لئے واپسی تھی۔ باوجود سخت سردی اور رات کو تاخیر سے روانگی کے آپ بڑی ہی محبت سے اپنے گھر سے باہر تشریف لائے۔ کافی دیر کھڑے رہے اور پھر محبت بھری پرسوز دعاؤں کیساتھ رخصت کیا اور جب تک ہماری گاڑی روانہ نہیں ہو گئی انتظار کرتے رہے۔ کیا خبر تھی کہ یہ بزرگانہ رفاقت پھر نصیب نہ ہو گی۔

جماعتی رقوم خرچ کرنے کے ضمن میں جہاں آپ بہت محتاط تھے وہاں اپنے وسیع تجربہ اور فراست کیساتھ جہاں ضرورت ہوتی وہاں فراخدل بھی تھے۔ اسکا اندازہ مجھے اس بات سے ہوا کہ آپ صد سالہ خلافت جوبلی کے صدر تھے۔ خاکسار نے بجٹ بنایا۔ آپ لندن میں تھے۔ خاکسار بھی گیا ہوا تھا تو انکو خود پیش کرنے کا موقع مل گیا تو ایک دو مدات میں خود اضافہ کر دیا کہ آپکی جماعت چھوٹی ہے اور زیادہ وسائل نہیں آپکو ضرورت ہو گی۔

جماعتی قواعد تو آپکو ازبر یاد رہتے۔ خود بھی ان پر عمل کرتے اور دوسروں کو بھی کرواتے۔ گویا اس میدان میں آپ ایک سند کا مقام رکھتے تھے۔ دینی علم کیساتھ ساتھ کئی دوسرے علوم پر بھی دسترس حاصل تھی جن میں تاریخ اور جغرافیہ آپ کے پسندیدہ مضامین تھے۔ ملاقاتوں کے دوران اس کا بخوبی اندازہ ہوتا رہا۔ آپ ملکوں کا ہی نہیں بلکہ مختلف شہروں کا بھی حدود اربعہ پوچھتے اور پھر اپنے دفتر میں رکھے ہوئے نقشے دکھا کر بھی سمجھاتے۔ پھر ہر ملک کے مقامی لوگوں کے رہن سہن اور عادات بھی دریافت کرتے جن میں بیشتر باتوں کا انکو پہلے سے ہی علم ہوتا تھا گویا آپکی ذات دینی و دنیاوی علوم کا سمندر تھی جسکا احاطہ کرنا بہت مشکل ہے۔

؎ سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے

جلسہ سالانہ کے شعبہ کو مستحکم کرنے میں بھی آپکا کلیدی رول رہا۔ سالہا سال تک آپ افسر جلسہ سالانہ کے فرائض بڑی ہی خوش اسلوبی کیساتھ انجام دیتے رہے بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشاد پر قادیان اور لندن کے جلسوں میں بھی جا کر وہاں اس نظام کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش اور ارشادات کی روشنی میں مستحکم بنیادوں پر قائم کیا۔ آپکو جماعت میں بڑے بڑے عہدوں پر کام کرنے کا موقع ملا لیکن تکبر اور غرور کو قریب تک بھی پھٹکنے نہ دیا۔ بڑی ہی سادگی کی زندگی گزاری۔ مکرم چوہدری وقار خانصاحب ایڈوکیٹ سے بات ہو رہی تھی۔ کہنے لگے کہ پھوپھا جان کے پاس ابھی تک بھی کئی زیر استعمال چیزیں شادی کے وقت کی تھیں۔

وقف کی روح میں ڈھلی آپکی مثالی زندگی کے مشاہدات وواقعات کا سلسلہ ایک بحر بیکراں ہے جسکی جھلکیاں ہمیں مضامین میں نظر آتی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ آپ سے مغفرت کا سلوک فرمائے۔ آپکے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔ اپنے پیاروں میں جگہ دے اور آپکے جانے سے جو ایک بڑا خلاء پیدا ہوا ہے اسکو اپنے فضل سے جلد پر کر دے اور ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے لئے ان جیسے سلطان نصیر پیدا فرماتا رہے۔ مکرم مبارک احمد ظفر صاحب نے آپکی وفات پر اپنے منظوم کلام میں سب کی ترجمانی میں جذبات اور احساسات کو کیا ہی خوبصورتی کے ساتھ پرویا ہے۔ یہ کوئی شاعرانہ مبالغہ نہیں بلکہ بالکل حقیقت کا عکس ہے۔ چنانچہ انہی کے اشعار پر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں

قاعدوں کا تھا محافظ ضابطوں کا پاسباں
تھا لب خاموش لیکن ایک بحر بیکراں

دین کی خدمت میں اپنی زندگی کر کے بسر
ایک خدمت گار دیرینہ گیا اگلے جہاں

سلسلے کا تھا وہ اک جرنیل بندہ حمید یاد
رکھی جائے گی خدمت کی اسکی داستاں

ذات میں اپنی وہ خود اک آپ ہی تاریخ تھا
ہرطرف بکھرے ہوئے ہیں اسکی خدمت کے نشاں

تھا خلافت کے وفاداروں میں اک ایسی نظیر
آئے گا تاریخ کے اوراق میں جسکا بیاں

اس کے اوصاف حمیدہ اور بھی تو ہیں بہت
ذات میں اسکی چمکتے ہیں مثال کہکشاں

اے حمید اللہ گزاری خوب تو نے زندگی ہر
کسی کو اس قدر توفیق ملتی ہے کہاں

جنت الفردوس میں اعلیٰ مراتب ہوں نصیب
تجھ سے راضی ہو تیرا پیارا خدائے مہرباں

ڈھانپ لینا مغفرت کی خاص چادر میں اسے
عرض کرتا ہے ظفر تجھ سے خدائے کل جہاں

منور علی شاہد (جرمنی)

''تاج محل''

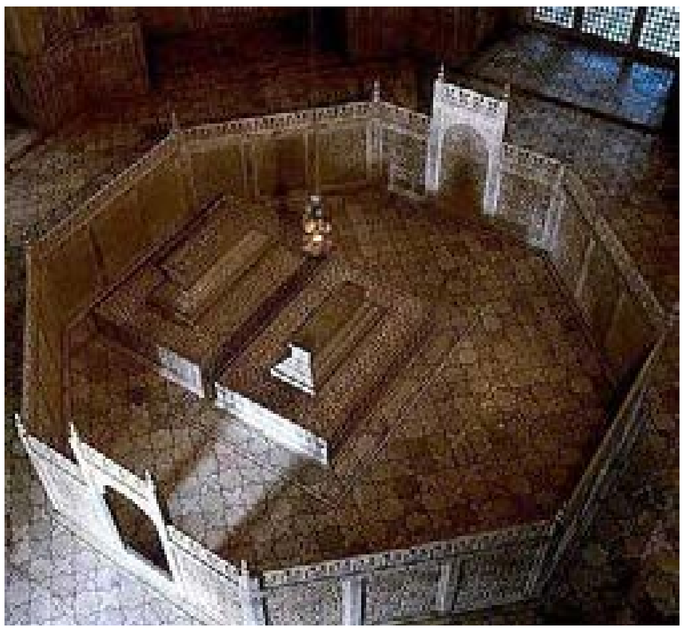

آگرہ میں واقع تاج محل دنیا کے سات عجائبات میں شامل ہے، 1983 میں یونیسکو کا عالمی ثقافتی ورثہ بھی بن گیا تھا۔ یہ بیوی سے انتہا کی محبت کی لازوال نشانی ہے جو سفید سنگ مرمر سے تیار کی گئی تھی، تاج محل اپنے دور کی ایسی تعمیر تھی جو مسلم آرٹ اور انسانی ذہن کا بہترین شاہکار ٹھہری اور صدیوں بعد بھی دنیا اس کے حسن اور اس کی دلکشی کے سحر میں جکڑی ہوئی ہے۔ چار صدیاں گزر جانے کے بعد بھی آج اگر تاج محل کی دلکشی اور اس کے جادوئی سحر میں کمی واقع نہیں ہوئی تو تعمیر ہونے کے بعد اس کو دیکھنے والوں کی کیا حالت ہوگی؟ ریکارڈ کے مطابق دنیا بھر سے 30 لاکھ سیاح ہر سال اس عجوبہ کو دیکھنے بھارت جاتے ہیں اور بھارت میں اور دنیا کی دیگر بڑی عمارتوں میں سب سے زیادہ مقام جو دیکھا جاتا ہے وہ تاج محل ہی ہے۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ تاج محل دن اور رات میں رنگ بدلتا ہے، سحر کے وقت اس کا رنگ گلابی اور شام کے وقت دودھیا ہو جاتا ہے، سیاحوں کی بڑی تعداد چاند رات کو خاص طور پر اس کا نظارہ دیکھنے جاتی ہے۔ حقیقت میں یہ ایک مقبرہ ہے جو اب ایک ثقافت کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ برطانوی سیاح ایڈورڈ نے 1874 میں تاج محل بارے لکھا تھا کہ ''دنیا کے باشندوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، ایک وہ جنہوں نے تاج محل کا دیدار کیا اور دوسرے وہ جو اس سے محروم رہے۔'' دنیا کے محققین، تاریخ دانوں، شاعروں اور ادیبوں نے تاج محل اور شاہ جہاں کی محبت کے بارے میں بہت کچھ اس کی تعریف میں لکھا ہے، کہیں اس پر تنقید بھی ہوئی ہے۔ انیسویں صدی کے معروف انگریز شاعر سر ایڈون آرنلڈ نے تاج محل کے بارے میں کہا تھا کہ ''فن تعمیر کا ایک ٹکڑا نہیں، جیسا کہ دیگر عمارتیں ہیں، لیکن ایک شہنشاہ کی محبت کا فخر جذبہ زندہ پتھروں میں پھیل گیا''۔ ٹیگور نے کہا تھا کہ ''تاج محل محبت کے رخسار پر بہتا ہوا آنسو ہے''۔ نامور فلمی شاعر نے اس پر تنقید کرتے ہوئے لکھا تھا کہ ''اک شہنشاہ نے دولت کا سہارا لیکر ۔۔۔۔ ہم غریبوں کی محبت کا اڑایا ہے مزاق'' ایک اور فلمی شاعر شکیل بدایونی نے تاج محل کو محبت کی نشانی قرار دیا تھا اور لکھا کہ ''اک شہنشاہ نے بنوا کے حسین تاج محل ۔۔۔ ساری دنیا کو محبت کی نشانی دی ہے۔'' سچ یہی ہے کہ ''تاج محل'' ازدواجی عقیدت کا ایک شاہکار ہے جو کئی صدیوں پہلے آگرہ میں تخلیق ہوا تھا۔ تاج محل کی تعمیر کے بعد جہاں دنیا کے تمام شوہر، بیوی سے شاہ جہاں کی ایسی محبت پر حیران و پریشان ہیں، وہیں دنیا کی بیویاں بھی تاج محل کو حسرت و یاس کی نگاہوں سے دیکھتی اور ٹھنڈی آہیں بھرتی ہیں۔ ممتاز محل کوئی انتہائی غیر معمولی حسن کا پیکر نہ تھیں بلکہ اصل حسن اس کی ذہانت، فراست اور دور اندیشی تھی جو شاہ جہاں کے مملکت کے امور چلانے میں کام آرہی تھی۔ سچ کی اندھی محبت نے بادشاہ کی خوشیوں کا جگمگاتا چراغ گل کر دیا۔ 19 سال کی ازدواجی رفاقت میں 13 بچوں کی پیدائش بھی بادشاہ سلامت کی محبت کا بال بیکا نہ کرسکی اور بالآخر بیوی سے یہی جنونی محبت اس کی موت کا سبب بھی بن گئی اور محض 39 سال کی عمر میں داغ مفارقت دے گئی، ممتاز محل کو پہلے برہانپور میں امانتاً دفن کیا گیا تھا، تاج محل کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد اس کو وہاں دفن کیا گیا، بعد میں اس کی قبر کے ساتھ ہی شاہ جہاں کی قبر بنی۔ ممتاز کی ناگہانی اور اچانک موت نے بادشاہ کو کہیں کا نہ چھوڑا تھا، اس کے دل و دماغ پر غیر معمولی اثر پڑا تھا اور اس کی زندگی مکمل طور پر بدل گئی تھی، کہا جاتا ہے کہ اس نے دو سال بیگم کی موت کا سوگ منایا، اس کی یاد میں مسلسل روتے رہنے سے جہاں اس کی آنکھوں کی بینائی متاثر ہوئی، وہیں حکومتی معاملات میں اس کی دلچسپی میں بھی بتدریج کمی ہوتی گئی اور اسی غم میں بالآخر جنوری 1666 میں محبت کے اس دیوتا کی وفات ہوگئی۔ ملکہ کے وفات کے غم کی شدت میں شاہ جہان نے ملک بھر میں بدھ کے روز ہر قسم کی تقریبات پر پابندی لگا دی تھی کیونکہ ان کی لاڈلی بیوی کا انتقال بدھ کو ہوا تھا۔ تاریخ دانوں کے مطابق ممتاز محل نے مرنے سے پہلے مزید نئی شادی نہ کرنے اور اس کی یاد میں ایک محل بنانے کا وعدہ لیا تھا، یہیں سے ملکہ ممتاز کی دور اندیشی کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ممتاز محل نے اپنی متعدد خوبیوں کی بدولت خود کو دوسری بیویوں سے ممتاز ثابت کر دیا تھا اور متعدد کڑے امتحانوں میں اس نے شاہ جہاں کا نہ صرف بھرپور ساتھ دیا بلکہ اہم مشوروں سے اس کی مدد کر کے ان مسائل سے نجات بھی دلائی تھی۔ تاریخ یہی ثابت کرتی ہے کہ ایک عورت کی سب سے بڑی دشمن اس کی خوبصورتی نہیں بلکہ ذہانت ہوتی ہے۔ اور یہاں بھی کچھ ایسا ہی ہوا اور یہ ممتاز محل کی ذہانت ہی تھی جس نے محبت کا رنگ پکڑ رکھا تھا جو بالآخر اس کی موت کا سبب بنی۔

شاہ جہان کا پورا نام شہاب الدین محمد شاہ جہاں ہے لیکن کہیں ان کو مرزا شہاب الدین بیگ محمد خان خرم بھی لکھا گیا ہے، وہ سلطنت مغلیہ کے پانچویں بادشاہ تھے، 1628 سے 1658 تک ہندوستان پر حکمرانی کی۔ ان کی چہیتی بیگم ممتاز محل کا پورا نام ارجمند بانو ممتاز تھا، 1593 میں آگرہ میں پیدا ہوئی تھیں، اپریل 1612 میں ان کی شادی شاہ جہاں سے ہوئی۔ ممتاز کی یہ پہلی جبکہ شاہ جہان کی تیسری شادی تھی۔ ان کے 13 بچے تھے اور چودھویں بچے کی پیدائش پر زچگی میں پیچیدگی کی وجہ سے ممتاز محل کی جون 1631 میں وفات ہوگئی۔

تاریخ کے مطابق شاہ جہاں کو تعمیرات سے غیر معمولی دلچسپی تھی اور تاریخ میں اس کی وجہ شہرت تاج محل اور ممتاز محل ہی ہیں۔ اپنی محبوب بیوی کی یاد میں بنائے گئے تاج محل کی تعمیر میں شاہ جہاں نے پانی کی طرح پیسا بہایا اور اس دور کے بہترین کاریگروں اور معماروں کا انتخاب کیا جنہوں نے بلاشبہ ایک لازوال عمارت کی تعمیر کی تھی، تحقیق کی کتب و مضامین کے مطابق اس دور میں ساڑھے چار کروڑ روپے تاج محل کی تعمیر پر خرچ ہوئے تھے، اور تاج محل کی پوری عمارت سنگ مرمر سے تعمیر کی گئی ہے، کہیں ہاتھی کے دانتوں کے استعمال کا بھی ذکر ملتا ہے۔ تاج محل بیالیس ایکڑ پر مشتمل ہے، جو دریائے جمنا کے کنارے واقع ہے تاج محل کی تعمیر 1632 میں شروع ہوئی تھی اور اس کی بنیادی عمارت 1648 میں مکمل ہو چکی تھی۔ تاہم کئی سال تک اس کی تزئین و آرائش کا کام جاری رہا تھا، اس کی لمبائی اور چوڑائی 130 فٹ جبکہ بلندی 200 فٹ ہے، چاروں کونوں پر ایک ایک مینار ہے۔ اس کی تعمیر میں 20000 سے زائد مزدوروں اور معماروں کی محنت شامل تھی، اس کے علاوہ ایک ہزار ہاتھی بھی تعمیری سامان لانے

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

لے جانے کے لئے استعمال کئے گئے تھے۔ تاج محل چکور شکل میں تعمیر ہوا جو ایک پلیٹ فارم پر کھڑا ہے، تاج محل دو منزلہ عمارت ہے جس کے اوپر ایک بڑا گنبد تعمیر کیا گیا ہے جس کی سطح زمین سے بلندی 200 فٹ بتائی جاتی ہے۔مقبرہ کی دیواریں انتہائی قیمتی پتھروں سے بنائی گئیں تھیں اور اس کی اندرونی سجاوٹ اور تزئین آرائش میں 28 مختلف اقسام کے زرو جواہر اور قیمتی پتھر استعمال کئے گئے تھے، اس کے علاوہ بھارت سمیت عرب، افغانستان، سری لنکا، چین سے 30 مختلف رنگوں کے قیمتی پتھر منگوائے گئے تھے جو اندرونی سجاوٹ میں استعمال ہوئے تھے۔مقبرے کی اندرونی دیواروں پر قرآنی آیات اور 99 اللہ کے اسماء گرامی کندہ ہیں۔ تاج محل کی عمارت میں ترک، فارسی، بھارتی اور اسلامی کلچر کی جھلک بھی نظر آتی ہے۔

تاج محل کے سامنے انتہائی خوبصورت باغ بھی ہے جس میں فوارے لگے ہوئے ہیں۔ تاج محل کی دلکشی کو بڑھانے میں ان باغوں کا بہت حصہ ہے جو وہیں اس کے سامنے تعمیر کئے گئے ہیں۔ ان باغوں میں نہریں بہتی ہیں قیمتی اور چمکنے والے پتھروں سے نہروں کی دیواریں بنائی گئی ہیں، جب یہ فوارے چلتے ہیں تو ماحول اور سحر انگیز ہو جاتا ہے اور وہاں اپنی بیوی بھی پیاری لگنے لگتی ہے۔ تاج محل کے معماروں میں استاد احمد لاہوری کا نام تاریخ کی کتب میں لکھا ملتا ہے۔ تاج محل کو مختلف ادوار میں اس کی اوریجنل تعمیرات کو کافی نقصان پہنچایا گیا خصوصاً باغات کو، ماحول کی آلودگی نے بھی تاج محل کے حسن کو گہنا دیا ہوا ہے لیکن اس کے باوجود اس کے مقام اور اہمیت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ تاج محل متعدد بار مختلف وجوہات کی بناہ پر سیاحوں کے لئے بند رہا، جس میں سیلاب اور موجودہ کرونا کی وبا شامل ہے۔ تاریخ کے مطابق تاج محل کی اب تک پانچ بار مکمل صفائی کی جا چکی ہے لیکن 2020 میں شاہ جہان اور اس کی بیگم کی قبروں کی بھی پہلی بار ملتانی مٹی کے ساتھ صفائی کی گئی تھی، جو سنگ مرمر میں چمک پیدا کرتی ہے اور یہ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے تاج محل کی سیر کے موقع پر کی گئی تھی۔خبر کے مطابق بادشاہ اور ملکہ کی اوریجنل قبر تک پہنچنے کے لئے جس دروازہ سے گزرنا پڑتا تھا اس کی اونچائی محض پانچ فٹ تھی اور گزرنے کے لئے لازمی طور پر جھکنا پڑتا تھا، سیکورٹی اداروں نے کہا کہ وہ جھکنا پسند نہیں کریں گے لہذا اس کو رہنے دیں اور بالآخر مہمانوں کو وہی قبر دکھائی گئی جو اوپر سنگ مرمر کی بنائی گئی ہیں۔

قرآن کریم کے فضائل

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں :۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن کریم کے فضائل کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ’’اگر ہمارے پاس قرآن نہ ہوتا اور حدیثوں کے یہ مجموعے ہی مایۂ نازِ ایمان و اعتقاد ہوتے، تو ہم قوموں کو شرمساری سے منہ بھی نہ دکھا سکتے۔ مَیں نے قرآن کے لفظ میں غور کی۔تب مجھ پر کھلا کہ اس مبارک لفظ میں ایک زبردست پیشگوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہی قرآن یعنی پڑھنے کے لائق کتاب ہے اور ایک زمانہ میں تو اور بھی زیادہ یہی پڑھنے کے لائق کتاب ہو گی جبکہ اور کتابیں بھی پڑھنے میں اس کے ساتھ شریک کی جائیں گی۔ اس وقت اسلام کی عزت بچانے کے لئے اور بطلان کا استیصال کرنے کے لئے یہی ایک کتاب پڑھنے کے قابل ہو گی اور دیگر کتابیں قطعاً چھوڑ دینے کے لائق ہوں گی۔فرقان کے بھی یہی معنی ہیں۔یعنی یہی ایک کتاب حق و باطل میں فرق کرنے والی ٹھہرے گی اور کوئی حدیث کی یا اور کوئی کتاب اس حیثیت اور پایہ کی نہ ہو گی۔ اس لئے اب سب کتابیں چھوڑ دو اور رات دن کتاب اللہ ہی کو پڑھو۔ بڑا بے ایمان ہے وہ شخص جو قرآن کریم کی طرف التفات نہ کرے اور دوسری کتابوں پر ہی رات دن جھکا رہے۔ ہماری جماعت کو چاہئے کہ قرآن کریم کے شغل اور تدبر میں جان و دل سے مصروف ہو جائیں اور حدیثوں کے شغل کو ترک کریں۔ بڑے تأسّف کا مقام ہے کہ قرآن کریم کا وہ اعتناء اور تدارس نہیں کیا جاتا جو احادیث کا کیا جاتا ہے۔ اس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں لو تو تمہاری فتح ہے اس نور کے آگے کوئی ظلمت نہ ٹھہر سکے گی۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 386 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

یہاں ایک وضاحت بھی کر دوں کہ گو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ حدیث کو ترک کرو اور قرآن کو پڑھو۔ لیکن دوسری جگہ فرمایا ہے کہ احادیث اگر قرآن کریم کے تابع ہیں تو ان کو لو اور دوسریوں کو ردّ کرو صرف احادیث کے اوپر نہ چلو۔

(ماخوذ از ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد سوم صفحہ 454)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’قرآن کو چھوڑ کر کامیابی ایک ناممکن اور محال امر ہے اور ایسی کامیابی ایک خیالی امر ہے جس کی تلاش میں یہ لوگ لگے ہوئے ہیں۔صحابہ کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھو۔ دیکھو انہوں نے پیغمبر خدا ﷺ کی پیروی کی اور دین کو دنیا پر مقدم کیا تو وہ سب وعدے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے کئے تھے پورے ہو گئے۔ ابتدا میں مخالف ہنسی کرتے تھے کہ باہر آزادی سے نکل نہیں سکتے اور بادشاہی کے دعوے کرتے ہیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں گم ہو کر وہ پایا جو صدیوں سے ان کے حصے میں نہ آیا تھا۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 409 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

پس آج بھی ہماری فتح قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنے سے ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور احمدیت کے غلبہ کے نظارے ہمارے نزدیک تر کرے۔

(خطبہ جمعہ 11/ستمبر 2009ء) (الفضل انٹرنیشنل جلد 16 شمارہ 40 مورخہ 2 اکتوبر تا 8 اکتوبر 2009ء صفحہ 5 تا صفحہ 8)

طلوع وغروب آفتاب

19 مارچ 2021ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:10	18:31
مدینہ منورہ	05:09	18:32
قادیان	05:12	18:39
ربوہ	04:52	18:19
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:38	18:15